جمعۃ المبارک 15 جنوری 2021ء | یکم جمادی الثانی 1442 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:13

ارشاد باری تعالیٰ

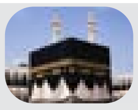

اَلَمۡ يَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقۡبَلُ التَّوۡبَةَ عَنۡ عِبَادِهٖ وَيَاۡخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ۔

(سورۃ التوبہ آیت: 104)

ترجمہ۔ کیا اُنہیں علم نہیں ہوا پس اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ منظور کرتا ہے اور صدقات قبول کرتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی ہے جو بہت توبہ قبول کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

’’جب بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے دعا کرتا ہے اور صدقہ وخیرات دیتا ہے، اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے، صرف اس لئے کہ اللہ کا قرب پائے، اس کی رضا حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ کی بعض صفات میں رنگین ہونے کی کوشش کرے تو اللہ تعالیٰ تو اپنی تمام صفات میں کامل ہے۔ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ وہ بندے کو اس کی خاطر کئے گئے کسی کام پر اجر نہ دے۔ اس کی دعاؤں کو قبول نہ کرے۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہماری مرضی کے مطابق ہی وہ اجر ملے۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم کبھی بھی یہ تصور نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ بندے کے ہاتھ خالی واپس لوٹائے گا۔ جب تم خالص ہوکر اس سے دعا مانگوگے تو وہ کبھی ردّ نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ خالص ہو کر اس کے حضور جھکنے والے ہوں، اس کی رضا کو حاصل کرنے والے ہوں اور اس کی خاطر قربانی کرنے والے ہوں۔ اور کسی شرط کے ساتھ اپنے چندے یا اپنا صدقہ وخیرات پیش کرنے والے نہ ہوں۔‘‘

(خطبہ جمعہ 26/ نومبر 2004ء بحوالہ alislam.org)

اس شمارہ میں

- قافلہ سالارِ عشق (منظوم)
- گھر کے سکون کے لئے دعا، صبر، برداشت اور قربانی
- ماسک پہننے کا درست طریق، احتیاطیں اور تدابیر
- جماعت احمدیہ مالٹا کے خدمت خلق کے پروگرام

فرمانِ رسول ﷺ

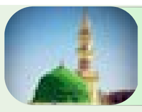

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو بڑا حیا والا ہے۔ بڑا کریم ہے، سخی ہے۔ جب بندہ اس کے حضور اپنے ہاتھ بلند کرتا ہے تو وہ ان کو خالی اور ناکام واپس کرتے ہوئے شرماتا ہے۔

(ابوداؤد ابواب الوتر باب الدعاء)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ’’تم میں سے جس کے لئے باب الدعا کھولا گیا تو گویا اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ سے جو چیزیں مانگی جاتی ہیں، ان میں سے سب سے زیادہ اسے عافیت طلب کرنا محبوب ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ دعا اس ابتلاء کے مقابلہ پر جو آچکا ہو، اور اس کے مقابلے پر بھی جو ابھی نہ آیا ہو، نفع دیتی ہے۔ اے اللہ کے بندو! تم پر لازم ہے کہ تم دعا کرنے کو اختیار کرو‘‘۔

(سنن ترمذی کتاب الدعوات باب دعا النبی ﷺ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

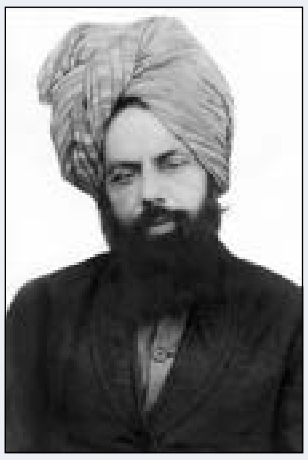

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ’’گناہ ایک ایسا کیڑا ہے جو انسان کے خون میں ملا ہوا ہے مگر اس کا علاج استغفار سے ہی ہوسکتا ہے۔ استغفار کیا ہے؟ یہی کہ جو گناہ صادر ہو چکے ہیں۔ ان کے بدثمرات سے خدا تعالیٰ محفوظ رکھے اور جو ابھی صادر نہیں ہوئے اور جو بالقوہ انسان میں موجود ہیں ان کے صدور کا وقت ہی نہ آوے۔ اور اندر ہی اندر جل بھن کر راکھ ہو جاویں۔

یہ وقت بڑے خوف کا ہے۔ اس لئے توبہ اور استغفار میں مصروف رہو اور اپنے نفس کا مطالعہ کرتے رہو، ہر مذہب وملت کے لوگ اور اہل کتاب مانتے ہیں کہ صدقات وخیرات سے عذاب ٹل جاتا ہے۔ مگر قبل از نزول عذاب۔ مگر جب نازل ہو جاتا ہے تو ہرگز نہیں ٹلتا۔ پس تم ابھی سے استغفار کرو اور توبہ میں لگ جاؤ تا تمہاری باری ہی نہ آوے اور اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے‘‘۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 218 ایڈیشن 1988ء)

’’تمام مذاہب کے درمیان یہ امرمتفق ہے کہ صدقہ خیرات کے ساتھ بلا ٹل جاتی ہے۔ اور بلا کے آنے کے متعلق اگر خدا تعالیٰ پہلے سے خبر دے تو وہ وعید کی پیشگوئی ہے۔ پس صدقہ وخیرات سے اور توبہ کرنے اور خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے سے وعید کی پیشگوئی بھی ٹل سکتی ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اس بات کے قائل ہیں کہ صدقات سے بلا ٹل جاتی ہے۔ ہندو بھی مصیبت کے وقت صدقہ وخیرات دیتے ہیں۔ اگر بلا ایسی شے ہے کہ وہ ٹل نہیں سکتی تو پھر صدقہ خیرات سب عبث ہو جاتے ہیں‘‘۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 176-177 ایڈیشن 1988ء)

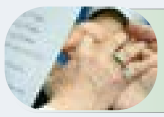

دربارِ خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پھر دعا جو قرب الٰہی کا ذریعہ ہے اس کے بارے میں آپؑ فرماتے ہیں کہ

’’دعا کی مثال ایک چشمۂ شیریں کی طرح ہے جس پر مومن بیٹھا ہوا ہے۔ وہ جب چاہے اس چشمہ سے اپنے آپ کو سیراب کرسکتا ہے جس طرح ایک مچھلی بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتی اسی طرح مومن کا پانی دعا ہے کہ جس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس دعا کا ٹھیک محل نماز ہے…‘‘ دعا کی جو صحیح جگہ ہے وہ نماز ہے۔ یہی حقیقت میں صحیح دعا ہوسکتی ہے۔) فرمایا کہ ’’… جس میں وہ راحت اور سرور مومن کو ملتا ہے۔ …‘‘ (نماز میں راحت اور سرور مومن کو ملتا ہے) ’’کہ جس کے مقابل ایک عیّاش کا کامل درجہ کا سرور جو اُسے کسی بدمعاشی میں میسر آسکتا ہے ہیچ ہے۔ بڑی بات جو دعا میں حاصل ہوتی ہے وہ قربِ الٰہی ہے۔ دُعا کے ذریعہ ہی انسان خدا تعالیٰ کے نزدیک ہو جاتا اور اسے اپنی طرف کھینچتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 45۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس قرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے نمازوں کا حق ادا کرنا بھی ضروری ہے اور وہ حق تبھی ادا ہو گا جب اس کی ادائیگی باقاعدہ کی جائے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس طرح کی جائے۔

پھر نمازوں اور دعاؤں کے معیار کی طرف توجہ دلاتے ہوئے مزید آپ فرماتے ہیں کہ

’’انسان کے دل میں خدا تعالیٰ کے قرب کے حصول کا ایک درد ہونا چاہئے جس کی وجہ سے اس کے نزدیک وہ ایک قابل قدر شئے ہو جاوے گا۔ اگر یہ درد اس کے دل میں نہیں ہے اور صرف دنیا اور اس کے مافیہا کا ہی درد ہے تو آخر تھوڑی سی مہلت پا کر وہ ہلاک ہو جاوے گا۔ خدا تعالیٰ مہلت اس لیے دیتا ہے کہ وہ حلیم ہے لیکن جو اس کے حلم سے خود ہی فائدہ نہ اٹھاوے تو اُسے وہ کیا کرے۔ پس انسان کی سعادت اسی میں ہے کہ وہ اس کے ساتھ کچھ نہ کچھ ضرور تعلق بنائے رکھے۔ سب عبادتوں کا مرکز دل ہے۔ اگر عبادت تو بجالاتا ہے مگر دل خدا کی طرف رجوع نہیں ہے تو عبادت کیا کام آوے گی۔ اس لیے دل کا رجوعِ تام اس کی طرف ہونا ضروری ہے۔ …‘‘ (دل کا مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا ضروری ہے۔) ’’…اب دیکھو کہ ہزاروں مساجد ہیں۔ مگر سوائے اس کے کہ ان میں رسمی عبادت ہو اور کیا ہے؟ ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت یہودیوں کی حالت تھی کہ رسم اور عادت کے طور پر عبادت کرتے تھے اور دل کا حقیقی میلان جو کہ عبادت کی رُوح ہے ہرگز نہ تھا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے ان پر لعنت کی۔ پس اس وقت بھی جو لوگ پاکیزگیٔ قلب کی فکر نہیں کرتے تو اگر رسم و عادت کے طور پر وہ سینکڑوں ٹکریں مارتے ہیں ان کو کچھ فائدہ نہ ہو گا۔ اعمال کے باغ کی سرسبزی پاکیزگیٔ قلب سے ہوتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰىہَا وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰىہَا (الشّمس: 10۔ 11) کہ وہی بامراد ہو گا جو کہ اپنے قلب کو پاکیزہ کرتا ہے اور جو اُسے پاک نہ کرے گا بلکہ خاک میں ملا دیگا یعنی سفلی خواہشات کا اُسے مخزن بنا رکھے گا وہ نامراد رہے گا۔ اس بات سے ہمیں انکار نہیں ہے کہ خدا کی طرف آنے کے لئے ہزار ہا روکیں ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتیں تو آج صفحہ دُنیا پر نہ کوئی ہندو ہوتا نہ عیسائی۔ سب کے

بقیہ صفحہ 7 پر

قافلہ سالارِ عشق

امن کا پیغام لے کر ، سر تا پا سرشارِ عشق
جیتنے نکلا پہن کر سر پہ وہ دستارِ عشق
وہ علمدارِ صداقت ، مقصدِ امن و صلح
نفرتوں کے دَور میں کرتا ہے وہ پرچارِ عشق
بالمقابل ایک دنیا ساتھ اُس کے چند لوگ
بڑھ رہا ہے پھر بھی آگے قافلہ سالارِ عشق
جس طرف کو رُخ کرے میدان میں ، ہو فتح مند
ڈھیر ہو جائے مخالف سہہ نہ پائے وارِ عشق
درجہ درجہ گامزن ہے اک بلندی کی طرف
دن بہ دن بڑھتی ہی جائے شدّتِ یلغارِ عشق
پیار سے، گفتار سے پھیلا رہے ہیں ہر طرف
چاہے کوئی مان لے، چاہے کرے انکارِ عشق
ہے الٰہی سلسلہ، قائم رہے اس پہ بہار
یوں ہی آتی جائے اس پہ رفعتِ ادوارِ عشق
احمدی اخلاص کے جذبے سے ہیں گوندھے گئے
ہو گیا کارِ ثواب اب تو جہاں میں کارِ عشق
ہے ہماری زندگی اب تو خلافت کے تلے
اب شفا اس عشق میں پائیں سبھی بیمار عشق
ہم پہ بھی ہوتا رہے ناصرؔ سدا اُس کا کرم
آئندہ نسلوں کی بھی قسمت بنے گلزارِ عشق

(عبد المنعم ناصر۔ ناروے)

آج کی دعا

رَبَّنَا عَلَیۡکَ تَوَکَّلۡنَا وَ اِلَیۡکَ اَنَبۡنَا وَ اِلَیۡکَ الۡمَصِیۡرُ ﴿۵﴾ رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا فِتۡنَۃً لِّلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ اغۡفِرۡ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۶﴾ (سورۃ الممتحنۃ:5، 6)

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! تجھ پر ہی ہم توکّل کرتے ہیں اور تیری طرف ہی ہم جھکتے ہیں اور تیری طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔ اے ہمارے ربّ! ہمیں ان لوگوں کے لئے ابتلا نہ بنا جنہوں نے کفر کیا اور اے ہمارے ربّ! ہمیں بخش دے یقیناً تو کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔

یہ قرآنِ مجید کی مخالفین کے شر سے بچنے اور طلبِ مغفرت کی جامع دعا ہے۔

ہمارے پیارے امام سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 6 اکتوبر 2006ء میں اس دعا کے پڑھنے کی تحریک کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’پھر مخالفین کے شر سے بچنے کے لئے اور مغفرت کے لئے اور قوم کے سیدھے راستے پر چلنے کے لئے بھی ایک دعا ہے۔

رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا فِتۡنَۃً لِّلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فرما کر اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اے اللہ تیری باتوں اور حکموں پر عمل نہ کرکے ہم کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھیں جس سے احمدیت اور اسلام کمزور ہو اور اس وجہ سے مخالفین اور کفار کو موقع ملے کہ وہ اسلام پر حملہ کریں۔ دیکھیں آج کل یہی ہو رہا ہے، جس کو موقع ملتا ہے اسلام پر حملہ کرنے کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ پس اس دُعا کی فی زمانہ بہت ضرورت ہے اور جہاں اپنے لئے دعا کریں وہاں ان دوسرے مسلمانوں کے لئے بھی دعا کریں جو کفار کو، غیر مسلموں کو یہ موقع فراہم کر رہے ہیں کہ وہ اسلام پر حملے کریں۔ مسلمانوں کو نعرے لگانے اور توڑ پھوڑ کی حد تک تو فکر ہے، ذرا سی کوئی بات ہو جائے تو توڑ پھوڑ شروع ہو جاتی ہے، نعرے شروع ہو جاتے ہیں، جلوس نکل آتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی فکر نہیں۔ یہ کرنے کے بعد وہ سمجھتے ہیں کہ مقصد پورا ہو گیا۔ اسی وجہ سے اور ان کے انہی عملوں کی وجہ سے پھر مخالفوں کو مختلف طریقوں سے اسلام پر حملے کرنے کا مزید موقع ملتا ہے اور جو جری اللہ ان حملوں سے اسلام کو بچا رہا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا یہ مسلمان اس کی مخالفت کر رہے ہیں اور اللہ اور رسولؐ کا حکم نہ مان کر کافروں کے لئے اسلام کے خلاف فتنے کے سامان پیدا کر رہے ہیں اور نتیجۃً پھر اللہ تعالیٰ کی بخشش سے بھی محروم ہو رہے ہیں۔ پس یہ دعا کرنی چاہئے کہ اے اللہ جو غالب اور حکمت والا ہے ہمیں اور تمام امت کو اپنی اس صفت سے متصف کرتے ہوئے حکمت عطا فرما تا کہ ایسی باتوں سے باز رہیں جو اسلام کو نقصان پہنچانے والی ہیں اور ہم جلد تیرے دین کے غلبے کے دن دیکھیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ 6 اکتوبر 2006ء: خطباتِ مسرور جلد 4 صفحہ:508)

مرسلہ: مریم رحمٰن

امۃ الباری ناصر۔ امریکہ

گھر کے سکون کے لئے دعا، صبر، برداشت اور قربانی

مضمون کا محرک گھریلو ماحول میں شام کی ایک نشست میں باتوں باتوں میں زیر بحث آنے والا ایک موضوع ہے۔ بچوں کے رشتوں میں مشکلات اور شادیوں کے جلدی ٹوٹ جانے کا ذکر تھا سب اپنے اپنے تجربات بیان کر رہے تھے۔ ایک صاحب نے بتایا کہ ان کے جاننے والوں میں ایک رشتہ لمبی چوڑی تحقیق کے بعد قریباً طے ہوگیا تھا کہ اچانک سُنا کہ انکار ہوگیا ہے اور وجہ یہ بتائی گئی کہ لڑکی ہر لحاظ سے اچھی ہے مگر ان کا گھر چھوٹا ہے۔ ایک صاحبہ نے ذکر کیا کہ اس کے جاننے والوں میں شادی کے جلدی بعد لڑکی واپس آگئی کہ اُن کا گھر بہت چھوٹا ہے میں وہاں نہیں رہ سکتی۔ باتیں تو اور بھی ہوئیں مگر اس گھر والی بات سے دل پر چوٹ سی لگی۔ یہ گھر کہاں سے اتنے اہم ہو گئے رشتے تو انسانوں کے انسانوں سے ہوتے ہیں۔ مکین اہم ہوتے ہیں یا مکان۔ اگر گھر بنگلے، گلی محلے، اعلیٰ پوش علاقے قسمتوں کے معمار ہوتے تو خوشیاں بازاروں میں بکا کرتیں۔ یہ درست ہے کہ رشتہ ہم کفو میں کرنا چاہئے۔ تحقیق کرنا بھی فریقین کا حق ہوتا ہے۔ اس میں بھی شک نہیں کہ گھروں سے گھر کے باسیوں کے سلیقے رہن سہن اور رکھ رکھاؤ کا اندازہ بھی ہوجاتا ہے۔ لیکن آس دِلانے کے بعد گھر چھوٹا کہہ کر انکار کرنا اور اس کا چرچا کرنا دلآزاری کا باعث بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بچا کے رکھے ۔ پیدا کرنے والے کو محروموں اور مظلوموں کی بہت غیرت ہوتی ہے۔

گدا سے شاہ اور شاہ سے گدا بنا دینا قدرت کے کھیل ہیں

گھر وہ ہے جہاں چین ہو آرام و سکوں ہو
کیا فرق ہے اس بات سے چھوٹا یا بڑا ہے

میں اپنے جاننے والوں میں خوش باش جوڑوں کو ذہن میں لاکر سوچنے لگی تا کہ اندازہ لگاؤں کہ ان کی خوشیوں میں کس حد تک گھروں کے علاقے، رقبے اور آرائشی سامان کا دخل ہے۔ مگر میں کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکی کیونکہ میں نے کبھی اپنے قریبیوں کے گھروں کے طول و عرض کا اس نظر سے جائزہ ہی نہیں لیا تھا دوسروں کا نہیں مگر اپنی زندگی کی کتاب کے ہر ورق پر لکھی داستان کا جائزہ لے کر اندازہ لگا سکتی ہوں کہ میں چھوٹے گھر میں بھی رہی ہوں اور بڑے گھر میں بھی مگر اللہ کا شکر ہے ہر جگہ دل مطمئن رہا سوچتے سوچتے یادوں کے در اس طرح کھلتے چلے گئے جیسے کمپیوٹر پر 'گھر' لکھ کر سرچ کیا ہو۔ جہاں جہاں وقت گزارا تھا سب نظروں کے سامنے آنے لگا۔ بفضلِ الٰہی عمرِ عزیز کی پون صدی گزار چکی ہوں۔ خدائے رحمان کی عطا سے قادیان میں پیدا ہوئی۔

ہمارے خاندان میں احمدیت سے وابستگی کا اعزاز بفضلِ الٰہی ہمارے دادا جان حضرت میاں فضل محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ کو نصیب ہوا جو ۱۸۹۵ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ پھر آپؓ مع خاندان ۱۹۱۷ء میں ہرسیاں سے ہجرت کرکے قادیان تشریف لائے محلہ دارالفضل میں اپنا مکان بناکر رہائش اختیار کی۔ آپؓ کے دوسرے بیٹے (میرے والد صاحب) مکرم عبدالرحیم صاحب دیانت نے محلہ دارالفتوح میں ریتی چھلے کے بالکل سامنے اپنا مکان بنایا یہ مکان لب سڑک تھا نیچے دو دکانیں تھیں اوپر گھر تھا جسے چوبارہ کہتے تھے۔ اسی دو کمروں کے مکان میں خاکسار نے آنکھ کھولی ۔ زندگی کے پہلے چھ سال اسی مکان میں گزرے۔ بچپنے کی یادوں میں ایک کمرہ نظر آتا ہے جس میں چاروں دیواروں کے ساتھ چارپائیاں ہوتیں صبح کے وقت اباجان ایک بڑی سی انگیٹھی میں پتھر کے کوئلے دہکا کر کمرے کے درمیان میں لاکر رکھ دیتے۔ کمرہ گرم رہتا اسی پر وضو کے لئے پانی گرم ہوتا، ناشتہ بنتا۔ امی جان ہمیں جگا کر گرم پانی سے وضو کرواکے نماز قرآن پڑھاتیں اور اباجان کی لائی ہوئی مزے مزے کی چیزیں ناشتے میں دیتیں۔ اباجان فجر کی نماز پڑھ کر واپس آتے بڑی سی گرم چادر کی بکل ماری ہوتی۔ قدرے بلند آواز میں قرآنی اور مسنون دعائیں پڑھتے رہتے پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کسی کتاب کا درس دیتے۔ مجھے چوبارے پر ہاتھ کا نلکا بھی یاد ہے جو گراؤنڈ سے ایک لمبے سے پائپ کو چھت سے اوپر گزار کر لگایا گیا تھا یہ اس لئے یاد رہا کہ ایک دفعہ نلکے کا ہینڈل ہاتھ سے چھٹنے سے منہ کے بل گری تھی۔ چوٹ گہری تھی جس کا نشان میرے ماتھے کا مستقل نقش بن گیا۔ چھوٹی عمر میں قادیان سے ہجرت کرنی پڑی اس لئے قادیان کے مکان کا نقشہ زیادہ یاد نہیں رہا۔

۱۹۴۷ء میں تقسیم برصغیر کے وقت اباجان قادیان میں درویش ہو گئے ہم ہجرت کرکے لاہور آئے تو کچھ عرصہ رتن باغ میں قیام رہا۔ یہ پہلے ایک سکول تھا۔ بڑے بڑے کمروں میں ڈیسکوں سے حد بندی کرکے ایک ایک گھرانے کو ٹھہرایا گیا۔ نیند میں ہم بچے اس حد بندی سے آزاد ہو کر کہیں سے کہیں چلے جاتے صبح امی ہمیں اِدھر اُدھر سے تلاش کرکے اکٹھا کرلیتیں۔ یہ بے سروسامانی کا مشکل زمانہ تھا۔ ساری سختیاں بڑوں نے جھیلیں ہم بچے تو ہر جگہ کوئی نہ کوئی کھیل بنا کر اچھل کود کرتے رہتے۔ برآمدے کے ستونوں کے گرد اگرد گھوم گھوم کے پہروں کھیلتے ۔ روٹی راشن سے ملتی تھی۔ ایک کچنار کے درخت کے نیچے سکول بھی شروع ہوا تھا۔

۱۹۴۹ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ربوہ منتقل ہوئے۔ یہاں دارالخواتین میں جگہ ملی جسے احاطہ بھی کہتے تھے یہاں ایسے خاندانوں کو جگہ ملی جن کے مرد قادیان رہ گئے تھے یا شہید ہو گئے تھے احاطے میں مردوں کے داخلے کی اجازت نہیں تھی۔ سب خواتین تھیں ایک ایک خاندان کو ایک ایک کمرہ دیا گیا یہ کمرے کچی مٹی کی اینٹوں سے بنائے گئے تھے جن کی چھت لکڑی کے بالوں پر چٹائی اور مٹی ڈال کر بنائی گئی تھی بڑی عمر کی عورتوں نے ہماری تربیت کی ذمہ داری از خود اپنے اوپر ڈال لی تھی۔ ہم ان کی عقابی نگاہوں کی زد میں رہتے تھے۔ بڑا صحن مشترک تھا۔ برسات سے پہلے چھتوں پر مٹی ڈالی جاتی اور بعد میں دیواروں پر چکنی مٹی میں توڑی ملا کر لپائی کی جاتی فرش پر پوچا لگایا جاتا ۔ بارش میں جگہ جگہ سے چھت سے پانی ٹپکنے لگتا گھر کے برتن ٹپکن کے نیچے لگائے جاتے۔ کوئی جگہ خشک ہوتی تو کپڑے بستر وغیرہ وہاں سمیٹ دیئے جاتے۔ جلانے کی لکڑی بھی پانی سے بچائی جاتی۔ ایک دن امی جان بہت خوش تھیں دراصل انہوں نے ربوہ کی زمین پر ایک پلاٹ خریدا تھا ہمیں ریلوے لائن کے پار اسٹیشن کے عقب میں دارالرحمت وسطی میں پلاٹ دکھانے لے گئیں اور بتایا کہ قادیان واپس جانے تک ہم یہاں مکان بنا کر رہیں گے۔ دور دور ریتلی زمین اور جھاڑ جھنکار کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ مجھے اپنے پلاٹ پر ایک ننھا سا پودا نظر آیا جس کے پتے ذرا مختلف تھے۔ میں نے اس کے ارد گرد جگہ صاف کرکے پانی دینا شروع کر دیا۔ پانی بہت فاصلے سے کسی ڈبے میں لے کر آتی۔ پانی ملا تو اس میں نئے پتے آنے لگے یہ سرس کا پودا تھا جسے پنجابی میں سریں کہتے ہیں پانی ملا تو تیزی سے بڑھنے لگا جو بعد میں بہت بڑا درخت بنا ہم گرمیوں میں اس کے سائے میں چارپائیاں ڈال کر آرام کرتے۔ اس پر کثرت سے لیمن کلر کے برش نما خوشبودار پھول لگتے۔ ہم بارش میں کاغذ کی کشتیاں چلاتے کیچڑ میں کھیلتے مٹی گوندھ کے برتن بناتے اور کچن میں لکڑی کی آگ میں برتن پکاتے اس بات سے بے نیاز کہ کس کسمپرسی سے گزر رہے ہیں خوب خوب کھیلتے تھے ہمارے پاس کوئی کھلونے نہیں تھے۔ بھاگتے دوڑتے اودھم مچاتے چھپن چھپائی 'میرو ڈبہ' 'سٹاپو' اور کئی قسم کے بھاگ دوڑ کے کھیل کھیلتے مٹی دھول میں اَٹے شرارتیں کرتے رہتے۔ لکڑی کی آگ کا دھواں اور کالک الگ مصیبت تھی۔ بتانا یہ تھا کہ قادیان سے نکل ربوہ میں گھر بنا۔ قادیان میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اباجان کے مکان کا نام راحت منزل عنایت فرمایا تھا۔ ربوہ میں مکان بنا تو یہی بابرکت نام رکھا گیا۔ یہ مکان ایک کنال زمین کے ایک کونے میں دو کمروں پر مشتمل تھا جن کے ساتھ کچی اینٹوں سے ایک چھوٹے کمرے اور کچن کا اضافہ کیا گیا۔ اس چھوٹے کمرے میں حضرت دادا جانؓ کا پلنگ ہوتا تھا۔ ایک صحابیٔ مسیح کے قرب کی برکتیں میسر تھیں۔ بڑا کمرہ ہر مقصد کے لئے استعمال ہوتا دیواروں کے اندر بنی الماریوں میں ہم بہن بھائی خانے بانٹ کر کتابیں رکھتے کپڑے لٹکانے کے لئے دروازوں کے پیچھے کھونٹیاں تھیں جنہیں دیوار کی مٹی سے بچانے کے لئے کوئی اخبار چپکا دیا جاتا۔ گھر کا صحن کچا تھا کچھ حصے میں مختلف سائز کے پتھر روڑے اینٹیں لگی ہوئی تھیں جھاڑو دیتے ہوئے ہر کھانچے سے مٹی نکالنی پڑتی بجلی نہ ہونے کی وجہ سے استری میں کوئلے ڈالے جاتے جو مشکل کام تھا۔ رات کو لالٹین کی روشنی میں پڑھتے۔ دن کو ہاتھ کے پنکھے جھل جھل کر ہاتھ شل ہوجاتے یہی پنکھی جب امی جان کے پاس ہوتی تو ہوا لینے کے علاوہ نظم وضبط برقرار رکھنے کے لئے ہتھیار کا کام دیتی۔ درختوں کی چھاؤں کا مزا اسی زمانے میں لیا۔ اس گھر میں پھول سبزیاں اگانے کا شوق خوب پورا ہوا۔ ایک بیری کا درخت تھا جس کی ایک شاخ پر اباجان نے کاٹھے بیروں کا پیوند لگایا تھا اس درخت کو بیک وقت دونوں قسم کے بیر لگتے۔ گرمیوں میں شام کو صحن میں پانی کا چھڑکاؤ ہوتا مٹی کی سوندھی خوشبو ہیں

نصیب ہوئی۔سونے کے لئے چار پائیاں صحن میں بچھائی جاتیں سرِشام یہاں ایک امی سکول کھل جاتا سورتیں یاد کرائی جاتیں، انبیا کرام کی کہانیاں سنتے۔بیت بازی ہوتی شکر ہے اس زمانے میں ٹی وی نہیں تھا بہت پرلطف وقت گزرتا۔اس لطف کے سوا کسی لطف سے شناسائی نہیں تھی رات نسبتاً ٹھنڈی ہوتی اس کے ساتھ کھلا آسمان' کہکشاں کا نظارہ' چاند کی چاندنی کا لطف ابھی تک یاد ہے۔ رات کو اگر بارش ہوجاتی تو اپنا اپنا بستر اٹھا کر اندر بھاگنے کی جلدی ہوتی تا کہ بستر گیلا نہ ہوجائے۔ربوہ کی مخصوص یادوں میں دیوار پر اینٹ مار کر پڑوسنوں کو متوجہ کرنا اور دیوار کے اِدھر اُدھر کھڑے کھڑے محلے کی سیاستوں پر تبصروں کے علاوہ ضرورت کی چیز مانگ لینا، سالن کی پلیٹ کا تبادلہ بھی شامل تھا۔

۱۹۴۹ء سے ۱۹۶۳ء تک صرف دو مہینے ربوہ سے باہر گزرے وہ ایسے کہ ۱۹۵۳ء میں گرمیوں کی چھٹیوں میں آپا لطیف نے اچھرہ لاہور بلوا لیا کوئی بڑا شہر دیکھنے کا یہ پہلا موقع تھا قیام مختصر تھا مگر کئی لحاظ سے یادوں میں رہا ہر چیز نئی تھی ڈبل ڈیکر بس نے خاصا حیران کیا۔ان دنوں جماعت کے خلاف شورش زوروں پر تھی۔ایک رات ایسی بھی آئی کہ ضروری سامان کی گٹھڑی بغل میں دبا کر سائیکل پر گھر چھوڑا کہیں اور پناہ لی۔کم عمری میں سنگین حالات قریب سے دیکھنے کا اثر رہا۔ بہنوئی مکرم شیخ خورشید صاحب الفضل کے اسسٹنٹ ایڈیٹر تھے پل پل کی خبریں ملتیں یہیں پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا پیغام ملا کہ میرا خدا میری مدد کو دوڑا آ رہا ہے پھر ہم نے خدائی مدد کے نظارے دیکھے

اب تو ربوہ ماشاء اللہ بہت ترقی کرگیا ہے اس زمانے کی بڑی دلچسپ بات بتاتی ہوں کہ جب میں نے ۱۹۵۶ میں میٹرک کا امتحان پاس کیا تو رزلٹ کیسے دیکھا تھا۔ ربوہ میں اس وقت اخبار بہت کم آتے تھے ۔کسی نے مشورہ دیا کہ اگر رزلٹ دیکھنا ہے تو علی الصبح بسوں کے اڈے پر چلے جائیں سرگودھا جانے والی بس میں اخبار ہوتے ہیں ان سے اخبار لے کر رزلٹ دیکھا جا سکتا ہے۔ان دنوں حسن اتفاق سے میرے اباجان قادیان سے آئے ہوئے تھے بعد از نماز فجر بس کے اڈے پر چلے گئے وہاں اور لوگ بھی اپنے بچوں کے رول نمبر کی پرچیاں لے کر آئے ہوئے تھے۔ بس رکی سب نے اپنی اپنی پرچی کے رول نمبر کا رزلٹ پوچھا اخبار والا بتاتا گیا۔ میرے رول نمبر پر اخبار والے نے فرسٹ ڈویژن بتائی تو اباجان بے حد خوش ہوئے وہیں سڑک پر سجدۂ شکر بجا لائے۔ایسے ہی شکر کے جذبات سے ڈھیر ہوتے ہوئے اصلی سجدوں کی دعائیں ہمارا زادِ راہ ہیں۔ اباجان بعد میں بھی بہت عرصے تک اس دن کی خوشی کا اظہار کرتے رہے۔ بی اے پاس کرنے کے بعد ایم اے کے لئے دو سال لاہور کے ہوسٹلوں میں رہی واپس آ کر جامعہ نصرت میں جاب مل گئی۔ جلدی ہی شادی طے ہوگئی اس طرح راحت منزل میں راحت بخش رہائش کا عرصہ ختم ہوا ضمناً بتادوں کہ ہمارے وقت کے ربوہ میں شادیاں بہت سادگی سے ہوتی تھیں رات کی پرسکون فضا میں کہیں دور سے گھڑا بجنے کی آواز آتی محلے بھر میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی کہ شادی ہونے والی ہے اس کے علاوہ کسی ساز کو ہم نہیں جانتے تھے۔ دعوت نامے کے کارڈ نہیں ہوتے تھے ایک فل سکیپ کاغذ پر شادی یا ولیمے کے بلاوے کا خط لکھ کر نیچے مدعوئین کی ایک فہرست بنادی جاتی۔کوئی یہ دعوت نامہ مذکور گھروں تک لے جاتا اور دستخط کروالیتا گھر کے صحنوں میں انتظام کرکے سادہ سی تقریب میں رخصتانہ ہوجاتا۔ امیر غریب کی شادی پر ایک شربت کا گلاس یا چائے کا کپ پیش کیا جاتا۔ ربوہ میں ایک شہزادی کی شادی کی تقریب کا آنکھوں دیکھا حال بھی بتادوں جامعہ نصرت کے نوٹس بورڈ پر ایک دعوت نامہ لگا تھا کہ صاحبزادی امۃ المتین بنت حضرت مصلح موعودؓ کو اپنی دعاؤں سے رخصت کیجئے وقت مقررہ پر پہنچے صحن میں کرسیوں اور چارپائیوں پر بیٹھنے کا انتظام تھا درمیان میں نسبتاً اونچی جگہ پر ایک کرسی پر سرخ وسبز رنگوں کے گوٹے کے ہلکے سے کام کے غرارہ سوٹ میں ملبوس دلہن شہزادی کو بٹھایا گیا۔ دعائیہ نظموں کے بعد اجتماعی دعا سے رخصتانہ کی تقریب مکمل ہوئی شامیانہ لگا نہ سٹیج بنا۔ دولھا اندر نہ بلایا گیا اس لئے دودھ پلائی جوتا چھپائی کوئی رسم نہیں ہوئی سادگی سے شادی کی تقریب مکمل ہوگئی۔

بات میں بات نکل آئی میں ذکر کر رہی تھی راحت منزل کا یہاں سب بہن بھائیوں نے تعلیم مکمل کی اور شادیاں ہوئیں یہ برکتوں والا گھر وقعی راحت منزل تھا بظاہر سادہ مگر مکینوں کی آپس میں محبت پیار سے بہت کشادہ۔ ۱۹۶۳ء میں خاکسار بنتِ درویش ماں باپ اور بہت سے عزیزو ں کی دعاؤں کے ساتھ شادی کے بعد بابل کے گھر سے رخصت ہوئی ربوہ اور اہل ربوہ کو چھوڑنا بہت مشکل تھا خاص طور پر جامعہ نصرت اور سٹاف ممبرز پھر لجنہ ہال سب کو خدا حافظ کہا میں تو اپنے درخت سے بھی گلے مل کر آئی تھی (میرے جانے کے بعد یہ درخت خشک ہوگیا تھا)۔ کراچی آئی تھی کراچی کا تصور اس وقت ایسا ہی تھا جیسے کوئی سمندر پار چلا جائے دلہن بن کر جس گھر میں آئی تھی وہ بندر روڈ جسے اب ایم اے جناح روڈ کہتے ہیں پر جامع کلاتھ مارکیٹ کے سامنے عید گاہ میدان کے عقب میں ایک متروکہ بلڈنگ کی چھت پر تھا۔ جب ناصر صاحب کا خاندان قادیان سے ہجرت کر کے کراچی آیا تو اس بلڈنگ میں کچھ احمدی رہتے تھے انہیں کے توسط سے بلڈنگ کی چھت پر سونے کی جگہ مل گئی یہ اچھا باموقع ٹھکانا تھا چھت پر لکڑی کے تختوں اور ٹاٹ سے دیواریں بنا کر ٹین کی چھتیں ڈال لی گئیں۔ اسی میں ایک کمرہ ہمیں ملا باقی کمروں میں ناصر صاحب کی والدہ محترمہ بہن بہنوئی اور بچے رہتے تھے

اُس گھر میں پانی حاصل کرنا دشوار کام تھا ایک نل تھا جو فرش سے ایک فٹ اُونچا ہوگا جس میں مقررہ وقت پر پانی آتا وہیں پر دیگچیاں اور ڈبے لگا کر ہم ڈرم میں پانی بھر لیتے بعد میں پائپ سے پانی بھرنے کا انتظام ہوگیا۔میرے کمرے میں دو چارپائیوں کے بعد مشکل سے چلنے کی جگہ بچتی تھی۔ پہلی بچی پیدا ہوئی تو اُس کا جھولا چھت سے اس طرح لٹکا دیا گیا کہ میں اپنے بستر پر بیٹھ کر اُس کی دیکھ بھال کرسکوں۔ ایک دیوار کے ساتھ لٹکے ہوئے ریک میں میری اور اُس کی ضرورت کی ساری چیزیں رکھی رہتیں۔ چھوٹا سا کچن تھا جس میں ہم باری باری اپنا کام کر لیتے مٹی کے تیل کا چولہا جلتا تھا جس کو بجھانے کے لئے پانی کا چھینٹا مارتے تو ہر طرف جان لیوا بدبو پھیل جاتی لگتا تھا ہر چیز سے مٹی کے تیل کی بدبو آتی ہے۔ جس کی مجھے عادت نہیں تھی۔ ایک دو مشترک ملنے جلنے والوں نے اُمی جان کو جا کر بتایا بلکہ افسوس کے رنگ میں کہا اتنا پڑھا لکھا کر لڑکی کہاں دے دی ۔مگر میری امی بہت صاحبِ فراست خاتون تھیں ہمیشہ صبر اور شکر کرنے کی تلقین کرتیں۔ ربوہ کے کھلے ماحول سے کراچی کے اس مختصر سے گھر میں منتقل ہو کر یہاں رہنے والوں کے انداز میں رہنا سیکھ لیا۔سسرال کے پیار محبت نے حوصلہ دیا۔آرام سے ساتھ رہی۔ ناصر صاحب نے اسی گھر میں رہ کر محنت سے پڑھا تھا اور اللہ کے کرم سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے اعلیٰ عہدوں پر سرکاری ملازمت کی مجھے پتا تھا کہ محنت سے زندگی بنانے والوں کو سب کچھ ایک دن میں نہیں مل جاتا۔

1965ء میں ناصر صاحب کی ٹرانسفر لاہور ہوگئی۔ ربوہ کے قریب آنے کی خوشی تھی ہم نے میکلوڈ روڈ پر گراؤنڈ فلور پر ایک مکان کرائے پر لیا۔اس گھر میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں پہلے بیٹے سے نوازا۔اچھی جگہ تھی مگر اوپر کے فلیٹ میں رہنے والوں نے اس قدر تنگ کیا کہ مکان چھوڑنے پر مجبور ہوگئے۔ گالیوں کا جواب دینا تو ہمیں سکھایا ہی نہیں گیا تھا بس ذرا سا غصہ اُتارنے کے لئے مکان سے جاتے وقت دیوار پر ایک چٹ چپکا دی جس پر لکھا کہ 'یہ مکان ہم اوپر والوں کی تکلیف کی وجہ سے چھوڑ رہے ہیں'۔ جب ٹرک میں سامان رکھا گیا تو اوپر والے صاحب آئے اور ناصر صاحب سے دعا سلام کر کے کہا کہ ہم آپ کی برداشت پر حیران ہیں ہم نے آپ کو ہر طرح تنگ کیا اب آپ جیسے لوگ کہاں سے ملیں گے۔شاید یہ ہماری تعریف تھی۔

پھر ہم گڑھی شاہو لاہور میں مسجد دار الذکر کے بہت قریب ایک کرائے کے مکان میں کچھ عرصہ رہے۔ مالک مکان کے کباب کی دکان لاہور میں مشہور تھی اُن سے کباب بنانے کی ترکیب سیکھی۔ اس مکان میں احمدی بھائی بہنوں کی محبت کا ایسا تجربہ ہوا جسے کبھی نہیں بھلا سکتی۔ ناصر صاحب کی والدہ صاحبہ جو کراچی سے بیماری کی حالت میں آئی تھیں وفات پا گئیں ابھی محلّے میں ہمارا کوئی خاص جاننے والا نہ تھا۔فجر کی نماز میں ناصر صاحب اور ان کے بھائی مکرم محمود احمد قریشی صاحب مسجد گئے اور ذکر کیا کہ رات والدہ صاحبہ فوت ہوگئی ہیں۔ان کے ساتھ ہی کچھ خدام گھر آگئے اور سارا انتظام سنبھال لیا خواتین میرے پاس آگئیں۔عجیب اپنائیت سے سارا کام کیا۔ فجزاھم اللہ تعالی احسن الجزاء۔ایمبولنس میں جنازہ لے کر ربوہ پہنچے تو دار الضیافت میں سب عزیز موجود تھے کیونکہ وہاں بھی اعلان کروادیا گیا تھا۔اللہ تعالیٰ دُکھ سکھ میں شریک ہونے والی ہماری جماعت کو تا قیامت زندہ و پائندہ رکھے آمین۔

پیاری اماں کی وفات کے بعد ہمارا اس گھر میں جی نہ لگا تو ہم باغپتی سٹریٹ سمن آباد میں کرائے کے مکان میں منتقل ہوگئے۔ یہاں کی ایک دلچسپ بات بتادوں پڑوسن کا تعلق کسی ایسی جماعت سے تھا جو گھر میں قوالیاں مذہبی جوش خروش سے کرواتے ہیں ایک دن مجھے بھی مدعو کیا ۔میں ربوہ کی پلی بڑھی پہلی دفعہ جب ڈھول کی تھاپ پر 'یا محمدؐ' سنا تو سٹپٹا کر رہ گئی۔ اتنی تکلیف ہوئی کہ اُٹھ کر گھر آگئی اور پھر موقع نکال کر اُسے اپنی جماعت سے متعارف کروایا۔خلیفۂ وقت کی قبولیت دعا کا ذکر بھی ہوا۔ چند دن کے بعد وہ میرے پاس آئیں تو بے حد پریشان تھیں۔سنجیدہ صورت سے کہا کہ آپ کے خلیفہ کی دعائیں قبول ہوتی

ہیں۔ اُنہیں ہمارے لئے بھی دعا کا لکھ دیں۔ میں جی ہی جی میں خوش ہوئی اور پوچھا کہ کیا لکھوں؟ کہنے لگی کہ میں بہت دُکھی ہوں۔ میرے میاں قوالی سنتے ہیں مگر اُنہیں ''حال'' نہیں آتا۔ اپنے خلیفہ صاحب کو لکھو کہ دعا کریں کہ میرے میاں کو بھی ''حال'' آنے لگے۔ میں نے دعا کا لکھا مگر ''حال'' آنے کے لئے نہیں بلکہ راہِ راست نصیب ہونے کے لئے دعا کی درخواست کی۔

لاہور سے پھر کراچی ٹرانسفر ہوئی تو تین بچوں کے ساتھ اُس آسمان گیر مکان میں رہنا مشکل ہوگیا۔ کرایہ کا مکان لیا اور پھر ہمیں ناظم آباد میں بہت بڑا سرکاری گھر الاٹ ہوگیا۔ یہ پہلا سرکاری گھر تھا جو ہمیں 1972ء میں الاٹ ہوا تھا۔ ہمارے پاس بڑے بڑے کمروں کی کھڑکیوں اور برآمدے کی شیشے کی دیواروں پر لگانے کے لئے پردے بھی نہیں تھے۔ فرنیچر تو دور کی بات تھی۔ اس کا لان بہت خوبصورت تھا۔ بچے کھلے صحن میں کھیلتے تو بہت اچھا لگتا۔

1975ء میں ناصر صاحب کی ٹرانسفر اسلام آباد ہوگئی۔ یہاں ایک دلچسپ بات یاد آگئی۔ اسلام آباد جانے کے لئے سامان پیک کیا تو بہت سا فالتو سامان گھر میں چھوڑ دیا۔ ناصر صاحب نے اپنے بڑے بھائی صاحب کو چابی دے دی کہ کسی دن آ کر دیکھ لیں اگر کوئی کام کی چیز ہو تو اُٹھالیں۔ باقی ردّی والے کو بلا کر دے دیں۔ ہم اسلام آباد پہنچے تو کچھ دنوں کے بعد کراچی والے گھر کے اُوپر والے فلیٹ میں مقیم صاحب کا فون آیا کہ یہ آپ مکان کس کو دے گئے ہیں۔ ایک مرد کسی عورت کو ساتھ لاتا ہے اور بوتلوں وغیرہ کی آوازیں بھی آتی ہیں۔ تھوڑی دیر کے لئے تو ہم ہکا بکارہ گئے کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ مگر فوراً ہی عقدہ کھلا کہ بھائی صاحب اور بھابی صاحبہ ردّی اخبار اور بوتلیں وغیرہ چھانٹ رہے ہوں گے۔ پھر جو ہماری ہنسی چھوٹی تو قابو میں ہی نہ آئے۔ اب تک اس بات کا مزا آتا ہے اور ایک پرَ سے کوّوں کی قطار بنانے والا محاورہ یاد آتا ہے۔

اسلام آباد میں ہمیں ایف سیون میں بہت بڑا سرکاری بنگلہ مل گیا۔ یہ ناظم آباد والے مکان سے بھی بڑا تھا۔ لان بھی بڑا تھا اور بہت خوبصورت کیاریاں تھیں۔ پھول، سبزیاں اور پھل اُگانے کا شوق خوب پورا ہوا۔ گلاب اور بوگن ولا کی بیلیں پورچ کے لمبے لمبے درخت بہت اچھے لگتے۔ ٹیرس میں بیٹھ کر خوبصورت اسلام آباد کا نظارہ کرتی۔ مجھے اُس شہر کا رنگ بدلتا آسمان اور گلاب بہت اچھے لگتے تھے۔ پنڈی اور اسلام آباد کی جماعت کی خواتین سے شناسائی ہوئی۔ 1979ء میں واپس کراچی ٹرانسفر ہوگئی۔ کچھ عرصہ راشد منہاس روڈ پر کرائے کے مکان میں رہنے کے بعد 1980ء میں جناح ہسپتال کے ساتھ ٹی اینڈ ٹی کالونی میں سی ٹائپ بنگلہ مل گیا۔ اس باموقع کشادہ مکان میں ہم بیس سال رہے۔ صحن اتنا وسیع تھا کہ ربڑ اور برگد کے بوڑھے درختوں کے علاوہ آم، لیموں، کیلے، پپیتے اور نیم کے درخت تھے۔ گیٹ کے پاس ایک بہت بڑا درخت تھا جس پر فروری میں انگنت لال لال پھول کھلتے۔ ان پیالہ نما پھولوں سے پانی پینے کئی رنگوں کے پرندے آتے جن کی چہچہاہٹ ہر صبح کو دلفریب بنا دیتی۔ گیٹ سے گیراج تک جھومر اور بوگن ویلیا پھولوں کی بیلیں تھیں جس سے سایہ رہتا اور خوشبو بھی آتی۔

صدر میں واقع اس گھر میں بہت آرام ملا۔ ناصر صاحب کا دفتر، بچوں کے تعلیمی ادارے، گیسٹ ہاؤس جہاں جماعت کے دفاتر تھے یہیں ایم ٹی اے کے لئے ریکارڈنگ ہوتی تھی، قریب قریب تھے۔ بڑی بیٹی نے گھر سے چند قدم دور سندھ میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کیا۔ اس برکتوں والے گھر میں بچوں کی تعلیم مکمل ہوئی اور شادیاں بھی ہوئیں۔

یہاں سے احمدیہ ہال بھی قریب تھا جہاں لجنہ کا دفتر تھا۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق سے لمبا عرصہ شعبہ اشاعت میں خدمت کی توفیق ملی۔ ہفتے میں دو دن دفتر جانا ہوتا۔ کام کے ساتھ یہاں کراچی بھر سے آئی ہوئی خواتین سے ملاقات ہوجاتی۔ بظاہر ہنستی مسکراتی محنت سے جماعت کا کام کرتی ہوئی کسی خاتون سے ذرا تنہائی میں بات ہوتی تو گھریلو زندگی میں درپیش کئی قسم کے مسائل کا علم ہوتا۔ محض چمچ معمولی ہونے پر، برتن اچھے نہ ہونے پر، گھر کا راستہ خوب صورت نہ ہونے اور ذات برادری کے فرق جیسی معمولی باتوں پر اختلافات اور لڑائیوں کے قصے تھے۔ ان کے علاوہ اصلاح معاشرہ کے شعبہ میں جو جھگڑے آتے وہ بھی بعض اوقات معمولی باتوں اور غلط فہمیوں پر مبنی ہوتے جنہیں سن کر بہت تکلیف ہوتی۔

ناصر صاحب کی ریٹائرمنٹ کے کچھ عرصے بعد یعنی 2001ء میں فیڈرل بی ایریا کراچی میں اپنے مکان میں منتقل ہوگئے۔ اس سے پہلے کرائے کے یا سرکاری مکانوں میں رہے تھے۔ پہلی بار اپنے گھر میں رہنے کا مزا ملا مگر بہت مختصر عرصہ اپنے گھر میں رہ سکے۔ بچے جو ملک سے باہر چلے گئے تھے اپنے پاس بلانے لگے۔ یوں ہم اپنے گھونسلے سے اُڑتے اور امریکہ، کینیڈا اور انگلینڈ میں بچوں کے پیارے پیارے نشیمنوں میں کچھ عرصہ گزار کر واپس گھر آجاتے۔ پھر یہ ہوا کہ 2010ء میں امریکہ آئے اور یہیں کے ہوکر رہ گئے۔ اپنا گھر، میری کتابیں اور بہت کچھ کراچی میں رہ گیا۔ اب بچوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ ان کے گھروں کے حسن و خوبصورتی اور طول و عرض کیا لکھوں۔ یہ محض مولا کریم کے اَن گنت احسانات ہیں جن کے شکر کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔ کتنے ملکوں میں اور کتنے گھروں میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ اتنی تفصیل لکھنے کے بعد اپنا تجربہ تو یہی ہے کہ خاکسار جہاں بھی رہی اللہ تعالیٰ کے فضل سے مطمئن اور خوش رہی۔ کیا خوشیاں مکانوں کے چھوٹے یا بڑے ہونے سے وابستہ ہوسکتی ہیں؟ خاکسار راحت منزل سے ٹین کی چھت کے نیچے آئی تھی مگر ساری عمر وہاں نہیں رہی۔ مولا کریم نے ایک سے ایک بڑے گھر سے نوازا۔ ہر جگہ پہلے سے بڑھ کر صبر و شکر اور خوشی سے رہی۔ الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ کے احسانات پر جھکا سر، دعا کے لئے اُٹھے ہاتھ، بھیگی آنکھیں اور الحمد للہ۔ زندگی یوں ہی گزر گئی۔ اگر میں سسرال آکر مٹی کے تیل کے چولہے سے اُٹھنے والے بدبو کے پہلے بھبکے پر یہ اعلان کر دیتی کہ یہاں رہنا مشکل ہے تو آج حالات بہت مختلف ہوتے۔ اللہ تبارک تعالیٰ کا جتنا بھی شکر کروں، کم ہے۔

یہ دنیاوی جنت عارضی تو ہے۔ کچھ دن کا ٹھکانا ہے۔ اب دائمی جنت میں گھر ملے بس یہی دعا ہے۔

اپنی مثال دے کر بات آگے بڑھانا شاید پسندیدہ نہ ہو مگر حقیقی زندگی کے تجربات و حوادث اگر کسی کے کام آجائیں تو کیا بُرا ہے۔ گھر بنانا اور بنائے رکھنا قسمت کے کھیل ہیں اور قسمت ان پر مہربان ہوتی ہے جو خدا کا خوف رکھتے ہوں۔ ہر قدم دعا کے ساتھ سنبھل کر اٹھائیں۔ ایک گلاس ہی ہاتھ سے چھوٹ جائے تو کرچی کرچی ہوجاتا ہے۔ اگر ان کرچیوں کو جوڑ کر دوبارہ ویسا ہی خوب صورت گلاس بنانا چاہیں تو کتنا مشکل اور ناممکن ہوتا ہے۔ اس لئے پہلے سے گلاس کی حفاظت کرنا ضروری ہے۔ رشتے جوڑ کے رکھنا قربانی چاہتے ہیں۔ سو فیصد ہم مزاج ساتھی ملنا آسان نہیں ہوتا۔ ایک گھر میں ایک ماں باپ کے پیدا کئے ہوئے، پالے ہوئے بچے ہم مزاج نہیں ہوتے تو کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا کیسے بالکل ہم مزاج ہو سکتے ہیں؟ صبر و برداشت اور قربانی سے تعلقات قائم رہتے ہیں۔ خوشیاں نصیبوں سے ملتی ہیں اس کے لئے فارمولا یہ ہے کہ عزت کرو اور بدلے میں عزت کروالو۔ پیار دو، پیار لے لو۔ لڑ جھگڑ کر تو لڑائی جھگڑا ہی ملے گا۔ بڑے گھر، جہیز، زیور، شادی کی دھوم دھام، قیمتی بری، بھاری جوڑے وقتی خوشی تو دے سکتے ہیں لیکن حقیقی اور لازوال خوشی تو دعا اور اللہ کی رضا سے ملتی ہے اور اللہ کی رضا شادی بیاہ میں ان سب باتوں کو مدنظر رکھنے سے ملتی ہے جو اسلام کی تعلیم ہے۔ ہمارے خلفائے کرام ہمیں بار بار یہ حسین تعلیمات یاد کرواتے رہتے ہیں۔ اگر ایسی خوبیاں مل جائیں جو حضرت رسول پاک ﷺ نے شادی کرنے کے لئے مدّنظر رکھنے کا ارشاد فرمایا ہے تو دعا اور توکل سے بہترین کی امید میں چھوٹی چھوٹی باتوں کو نظرانداز کیا جاسکتا ہے۔ صبر اور برداشت بہت قیمتی جوہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ حامی و مددگار ہوجاتا ہے۔ دعا گو ہوں کہ سب احمدی گھرانوں میں جنت جیسا سکون میسر ہو۔ آمین۔

حضرت مرزا مسرور احمد، خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعائیں ہمارے ساتھ ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ جماعت کے افراد کو مردوں کو، عورتوں کو عقل اور توفیق دے کہ وہ اپنے عائلی مسائل اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق حل کرنے والے ہوں اور دنیاوی خواہشات کے بجائے دین مقدم ہو۔ اللہ تعالیٰ کا خوف اور تقویٰ ہمیشہ پیش نظر ہو۔ اسی طرح نئے رشتوں کے مسائل بھی اللہ تعالیٰ دور فرمائے۔ بہت سارے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ لڑکوں اور لڑکیوں کو یہ توفیق دے اور اس بات کو سمجھنے کی توفیق دے کہ شادی بیاہ صرف دنیاوی اغراض کے لئے یا دنیاوی اغراض کو پورا کرنے کے لئے نہیں بلکہ دین کو مقدم کرتے ہوئے آئندہ نسلوں کو دین کی راہوں پر چلنے والا بنانے کے لئے ہوں اور نیک نسلیں پیدا کرنے کے لئے ہوں تا کہ آئندہ نسلیں محفوظ ہوں اور اسلام کی خدمت کرنے والی ہوں اور اس طرح پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی وارث بنیں۔

(خطبہ جمعہ 3/ مارچ 2017ء)

ڈاکٹر طارق احمد مرزا۔ آسٹریلیا

ماسک پہننے کا درست طریق، احتیاطیں اور تدابیر

جیسا کہ سب ہی جانتے ہیں کہ کووِڈ 19 کے ان وبائی ایام میں ماہرین کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے چہرے پر ماسک پہننا اب ایک معمول بن چکا ہے۔تاہم یہ بات بھی مشاہدہ میں آئی ہے کہ ایک اچھی خاصی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو ماسک پہننے کے درست طریق استعمال سے قطعی نابلد ہیں۔ان میں ہر خطے اور ہر طبقہ کے لوگ شامل ہیں۔

چنانچہ اکثر دیکھنے میں آ رہا ہے کہ لوگ اپنے ماسک کو بار بار اتار اور چڑھا رہے ہوتے ہیں یا سامنے والے حصہ کو پکڑ کر ناک اور منہ پر ایڈجسٹ کر رہے ہوتے ہیں۔بعض افراد (خصوصاً تقریر کرتے وقت یا تصویر کھنچواتے وقت) ماسک کو کبھی ٹھوڑی سے نیچے یا گردن میں لٹکا لیتے ہیں تو کبھی پھر چہرے پر چڑھا لیتے ہیں۔

اسی طرح کچھ لوگ ماسک کو جیب میں ڈال کر پھرتے ہیں۔جب چاہا تو نکال کر پہن لیا اور پھر دوبارہ اسی طرح جیب میں ڈال لیا۔

اسی طرح بہت سے لوگ صرف ماسک پہننے کو ہی کورونا سے بچاؤ کا واحد اور مؤثر ذریعہ سمجھتے ہیں جو کہ درست نہیں۔

یہ سب رویّے اور عادات ماسک پہننے کے مقصد کو نہ صرف زائل کر دیتی ہیں بلکہ انتہائی خطرناک بھی ثابت ہوسکتی ہیں۔

آسٹریلین حکومت کے محکمہ صحت نے کثیر اللسانی معاشرے اور ہر قسم کے طبقہ کو مدنظر رکھتے ہوئے دیگر زبانوں کے ساتھ اردو میں بھی ”کمیونٹی میں چہرے کے ماسک کے استعمال“ کے بارہ میں سوال وجواب کی شکل میں مفید معلوماتی مواد شائع کیا ہے جو افادہ عام کی خاطر قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

دوسرے ممالک میں اگر سرکار کی طرف سے ان سے مختلف ہدایات جاری کی گئی ہوں تو پھر ان کے مطابق عمل کرنا لازمی اور مفید ہوگا۔اس مقصد کے لئے اپنے ممالک کے محکمہ صحت کی ویب سائیٹس باقاعدگی سے دیکھتے رہیں۔

کرونا وائرس کیا ہے؟

کرونا وائرس (COVID-19) نظام تنفّس کا انفیکشن ہے جو ایک شخص سے دوسرے تک ان باریک قطرات کے ذریعے پہنچتا ہے جو انفیکشن میں مبتلا شخص کی کھانسی یا چھینک میں خارج ہوتے ہیں۔

یہ وائرس اس طرح بھی پھیلتا ہے کہ ایک شخص ان چیزوں یا سطحوں کو چھوئے جن پر انفیکشن میں مبتلا شخص کے جسم سے خارج ہونے والے باریک قطرات موجود ہوں اور پھر اپنے منہ یا چہرے کو ہاتھ لگا لے۔

کیا مجھے ماسک پہننا چاہیے؟

آسٹریلیا کے کچھ حصوں میں COVID-19 کی بڑھتی ہوئی شرح کے ساتھ ساتھ اب ہم میں سے کچھ کے لیے عوامی جگہوں پر نکلتے ہوئے چہرے پر ماسک پہننا ضروری ہے۔ یہ اہم ہے کہ آپ اپنے مقامی علاقے کے لیے ہدایات سے آگاہ رہیں۔ اگر آپ ایسے علاقے میں ہیں جہاں سٹیٹ یا ٹیریٹری کی حکومت یا مقامی حکومت نے ہدایت کی ہے کہ آپ کو عوامی جگہوں پر نکلتے ہوئے ماسک پہننا چاہیے تو براہ مہربانی ہدایات پر عمل کریں۔سٹیٹ یا ٹیریٹری کی حکومت کی ویب سائیٹ باقاعدگی سے دیکھتے رہیں۔

براہ مہربانی یاد رکھیں کہ ماسک وائرس میں مبتلا لوگوں سے وائرس کو کمیونٹی کے دوسرے لوگوں تک پہنچنے سے روکنے میں مددگار ہے۔براہ مہربانی آگاہ رہیں کہ ماسک صرف تب مؤثر ہے جب اسے انفیکشن سے بچاؤ کے دوسرے اقدامات کے ساتھ ساتھ استعمال کیا جائے۔

چاہے آپ نے چہرے پر ماسک پہن رکھا ہو، آپ کو لوگوں سے فاصلہ رکھنے، ہاتھوں کی صفائی اور سانس لینے، کھانسنے اور چھینکنے کے سلسلے میں حفظان صحت کے اصولوں پر عمل کرنا چاہیے اور طبیعت خراب ہونے کی صورت میں گھر میں رہیں۔

ماسک پہننے کا درست طریقہ کیا ہے؟

ماسک کو درست طریقے سے پہننا اہم ہے تاکہ آپ اپنے لیے اور دوسروں کے لیے انفیکشن کا خطرہ نہ بڑھائیں۔ماسک کو چھونے یا اتارنے سے آپ کے ہاتھ آلودہ ہو سکتے ہیں۔

براہ مہربانی ماسک پہننے سے پہلے، ماسک اتارنے کے فوراً بعد اور استعمال کے دوران ہر بار اسے ہاتھ لگانے کے بعد اپنے ہاتھ دھوئیں۔

ماسک پہنتے ہوئے یہ خیال ضرور رکھیں کہ ماسک سے آپ کا ناک اور منہ دونوں ڈھکے ہوں اور ماسک آپ کی ٹھوڑی کے نیچے، ناک کے بانسے پر اور چہرے کے اطراف پر بالکل صحیح پورا آتا ہو۔

ماسک کو اپنے گلے میں نہ جھولنے دیں اور براہ مہربانی کوشش کریں کہ آپ اپنے ماسک کے اگلے حصے کو کبھی ہاتھ نہ لگائیں۔اگر آپ کا ماسک نم ہو جائے تو اسے بدلنا ضروری ہے۔

استعمال شدہ ماسک کا کیا کرنا چاہیے؟

اگر آپ کا ماسک ایک دفعہ استعمال کرنے کا ماسک ہے تو اسے صرف ایک بار پہنیں اور پھر کوڑے دان میں ڈال دیں۔

اگر یہ بار بار استعمال ہو سکنے والا کپڑے کا ماسک ہے تو اسے تب تک کے لیے پلاسٹک کی تھیلی میں بند کر دیں جب تک آپ کو اسے دھونے کا موقع نہ ملے۔

کپڑے کے ماسک کو واشنگ مشین میں دوسرے کپڑوں کے ساتھ دھویا جا سکتا ہے۔

آپ ہاتھ سے بھی ماسک دھو سکتے ہیں جس کے لیے آپ کو صابن اور اُتنا زیادہ سے زیادہ تیز گرم پانی استعمال کرنا چاہیے جو کپڑے کی اس قسم کے لیے موزوں ہو۔

کپڑے کے ماسک کو کپڑے سکھانے والے ڈرائر یا تازہ ہوا میں پوری طرح سکھانے کے بعد ہی اسے دوبارہ استعمال کریں۔

COVID سے محفوظ رہیں

اپنے معاشرے کو محفوظ رکھنے کی خاطر ہر شخص کو ان تین چیزوں پر عمل جاری رکھنا چاہیے جو وائرس کا پھیلاؤ روکنے میں سب سے اہم ہیں:

1۔جب بھی اور جہاں بھی ممکن ہو، دوسرے لوگوں سے کم از کم 1.5 میٹر کا فاصلہ رکھیں۔

2۔باقاعدگی سے صابن اور پانی سے ہاتھ دھوئیں تاکہ حفظان صحت برقرار رکھا جاسکے۔اگر صابن اور پانی دستیاب نہ ہو تو الکحل سے بنا ہاتھوں پر ملنے کا محلول استعمال کریں۔اپنے چہرے کو ہاتھ نہ لگائیں اور یاد رکھیں کہ کھانستے اور چھینکتے ہوئے منہ اور ناک پر اپنا ہاتھ رکھنے کی بجائے انہیں کہنی سے ڈھکیں۔

3۔ضروری ہے کہ زکام یا فلو جیسی علامات پیش ہونے کی صورت میں آپ گھر میں رہیں۔اگر آپ کو بخار، کھانسی، گلے میں درد یا خراش یا سانس لینے میں مشکل ہو تو کرونا وائرس کا ٹیسٹ کروائیں۔

COVID-19 کا پھیلاؤ روکنے میں مدد کے لیے ہم سب کردار ادا کر سکتے ہیں۔

COVID-19 کے بارے میں مزید معلومات

یہ اہم ہے کہ آپ سرکاری وسائل کے ذریعے معلومات حاصل کرتے ہیں۔

https://www.health.gov.au/resources/publications/coronavirus-covid-19-khmywntty-myn-chhry-khy-mskhwn-kh-stml-use-of-face-masks-in-the-community

امید ہے یہ معلومات قارئین کے لئے مفید ثابت ہوں گی۔

جہاں تک ماسک کو اتارنے کا تعلق ہے تو اس کا درست طریق یہ ہے کہ ماسک کو اس کی ڈوریوں (تڑیوں) یا کانوں پہ چڑھنے والی الاسٹک کو پکڑ کر ہی اتارا جائے اور اس کے سامنے والے حصہ کو چھوئے بغیر اسے کسی پلاسٹک کی تھیلی میں بند کر دیا جائے۔ (دوبارہ دھونے یا بحفاظت تلف کر دینے کے لئے)۔

ماسک اتارنے کے معاً بعد جسم کے کسی حصہ خصوصاً چہرے، کان، سر، گردن کو ہرگز نہ چھوئیں اور صابن کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو کم از کم 20 سیکنڈ تک خوب مل مل کر دھولیں۔ اس کے بعد ہی چہرے کو چھوئیں۔

واضح رہے کہ ہر انسان غیرارادی طور پر اپنے چہرے کو بار بار چھوتا رہتا ہے۔ اس حوالہ سے آسٹریلیا میں ایک تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ زیرمشاہدہ افراد میں شامل ہر شخص نے غیرارادی طور پر اوسطاً ایک گھنٹے کے اندر اپنے چہرے کو 23 بار چھوا تھا۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ خود کو چھونے کا یہ فطری رجحان چہرے پر ماسک چڑھانے کو لازمی بنا دیتا ہے تاکہ ایسے جراثیم سے بچا جا سکے۔ گویا ماسک آپ کو یہ یاددہانی کرواتا رہتا ہے کہ اپنے چہرے کو مت چھوئیں۔

بی بی سی کے مطابق برطانیہ میں لیڈز یونیورسٹی کے پروفیسر سٹیون گریفن کا کہنا ہے کہ ”ماسک یا نقاب پہننے سے لوگوں میں چہرے کو چھونے کی عادت کو بھی کم کیا جا سکتا ہے، جو انفیکشن پھیلنے کا بڑا سبب ہے۔“

دنیا بھر میں فی الوقت یہ تحقیق بھی کی جارہی ہے کہ کس قسم کے ماسک ہمیں وائرس سے محفوظ رکھ سکتے ہیں اور کتنی حد تک۔ اس لئے ضروری ہے کہ عوام خود کو تازہ ترین جاری کی ہوئی سرکاری ہدایات سے ہمہ وقت باخبر رکھیں۔

اس حوالہ سے کسی بھی تحریر کو حرف آخر نہ سمجھا جائے۔

یہ بھی واضح رہے کہ راقم الحروف اس تحریر میں شامل جملہ مواد کا خود ذمہ دار ہے نہ کہ ادارہ الفضل۔

دستانوں کا استعمال

یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ ان دنوں ٹی وی پر بعض خبریں پڑھنے والے اور دیگر پروگراموں میں شامل افراد یا اسی طرح مثلاً قومی اسمبلی میں بعض ممبران سرجیکل یا دوسرے دستانے پہنے ہوئے شرکت کرتے نظر آتے ہیں۔

واضح رہے کہ اس طرح سے پبلک میں دستانوں کا استعمال آپ کو کووڈ 19 یا دیگر جراثیم سے محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ الٹا ان دستانوں کے ساتھ مزید جراثیم چمٹ رہے ہوتے ہیں۔ جو خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

اس بات کا فی الحال کوئی سائینسی ثبوت نہیں مل سکا کہ کووڈ 19 جلد کے ذریعہ بھی جسم میں داخل ہوسکتا ہے۔

نرسیں، ڈاکٹر، ایمبولینس سٹاف وغیرہ جو ہسپتالوں کلینک وغیرہ کے اندر دستانے پہنتے ہیں اس کے قواعد وضوابط، طریقہ کار، مقصد اور ماحول بالکل جدا نوعیت کا ہوتا ہے۔

ہاں اگر گھر میں کوئی فرد کووڈ 19 (یا کسی اور متعدی مرض) میں مبتلا ہے اور آپ اس کی تیمارداری کر رہے ہیں، اس کے استعمال شدہ برتن، کپڑے، گند وغیرہ اٹھاتے ہیں تو پھر ماسک کے علاوہ دستانے پہننا ضروری ہے، بشرطیکہ ان دستانوں سے اپنے چہرے کو نہ چھوئیں اور ایک مرتبہ استعمال کے بعد فوراً تلف کر دیں۔ مریض کے کمرے سے نکلنے کے معاً بعد اپنے کپڑے تبدیل کرنا اور غسل لینا بھی ضروری ہوتا ہے۔ دوسری صورت میں ڈسپوزیبل ماسک، دستانے، چشمہ اور حفاظتی گاؤن (پی پی ای) کا استعمال کیا جائے جو عموماً ایک عام شہری کی قوت خرید سے بہت بالا ہوتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جملہ موذی امراض، آلائشوں اور آزمائشوں سے محفوظ و مامون رکھے اور حفاظتی تدابیر اختیار کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بقیہ: دربار خلافت ...... از صفحہ 2

سب مسلمان نظر آتے لیکن ان روکوں کو دُور کرنا بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ وہی توفیق عطا کرے تو انسان نیک و بد میں تمیز کر سکتا ہے۔ اس لئے آخر کار بات پھر اسی پر آٹھہرتی ہے کہ انسان اسی کی طرف رجوع کرے تاکہ قوت اور طاقت دیوے۔“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 222-223۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر قرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے توبہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”بخوبی یاد رکھو کہ گناہ ایسی زہر ہے جس کے کھانے سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے اور نہ صرف ہلاک ہی ہوتا ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے سے رہ جاتا ہے اور اس قابل نہیں ہوتا کہ یہ نعمت اس کو مل سکے۔ جس جس قدر گناہ میں مبتلا ہوتا ہے اسی اسی قدر خدا تعالیٰ سے دور ہوتا چلا جاتا ہے اور وہ روشنی اور نور جو خدا تعالیٰ کے قرب میں اسے ملتی تھی اس سے پرے ہٹتا جاتا ہے اور تاریکی میں پڑ کر ہر طرف سے آفتوں اور بلاؤں کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہانتک کہ سب سے زیادہ خطرناک دشمن شیطان اس پر اپنا قابو پا لیتا ہے اور اُسے ہلاک کر دیتا ہے۔ لیکن اس خطرناک نتیجہ سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک سامان بھی رکھا ہوا ہے۔ اگر انسان اس سے فائدہ اٹھائے تو وہ اس ہلاکت کے گڑھے سے بچ جاتا ہے اور پھر خدا تعالیٰ کے قرب کو پا سکتا ہے۔ وہ سامان کیا ہے؟ رجوع الی اللہ یا سچی توبہ۔ ...“ (یہ سچی توبہ وہ سامان ہے۔) فرمایا کہ ”... خدا تعالیٰ کا نام توّاب ہے۔ وہ بھی رجوع کرتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان جب گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے دُور ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ اس سے بعید ہوتا ہے۔ ...“ (گناہ کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے دور ہو جاتا ہے۔) ”... لیکن جب انسان رجوع کرتا ہے یعنی اپنے گناہوں سے نادم ہو کر پھر خدا تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے تو اس کریم رحیم خدا کا رحم اور کرم بھی جوش میں آتا ہے اور وہ اپنے بندہ کی طرف توجہ کرتا ہے اور رجوع کرتا ہے۔ اس لئے اس کا نام...“ (اللہ تعالیٰ کا نام بھی) ”... توّاب ہے۔“ (وہ بھی بندے کی طرف توبہ قبول کرتے ہوئے آتا ہے اس لئے اس کا نام توّاب ہے۔) ”... پس انسان کو چاہئے کہ اپنے ربّ کی طرف رجوع کرے تاکہ وہ اس کی طرف رجوع برحمت کرے۔“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 141-142۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر آپ فرماتے ہیں:

”اسلام وہی طریق نجات بتاتا ہے جو درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے ازل سے مقرر ہے اور وہ یہ ہے کہ سچے اعتقاد اور پاک عملوں اور اس کی رضا میں محو ہونے سے اس کے قرب کے مکان کو تلاش کیا جائے اور کوشش کی جائے کہ اس کا قرب اور اس کی رضا حاصل ہو کیونکہ تمام عذاب خدا تعالیٰ کی دوری اور غضب میں ہے پس جس وقت انسان سچی توبہ اور سچے طریق کے اختیار کرنے سے اور سچی تابعداری حاصل کرنے سے اور سچی توحید کے قبول کرنے سے خدا تعالیٰ سے نزدیک ہو جاتا ہے اور اسی کو راضی کر لیتا ہے تو تب وہ عذاب اس سے دور کیا جاتا ہے۔“

(ست بچن، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 275)

(خطبہ جمعہ 2/ مئی 2014ء)

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE
www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

رپورٹ: لئیق احمد عاطف مبلغ سلسلہ و صدر جماعت احمدیہ مسلمہ مالٹا

مرا مقصود و مطلوب و تمنّا، خدمتِ خلق است
جماعت احمدیہ مالٹا کے خدمت خلق کے پروگرام
(قسط دوم)

مغربی ممالک میں ماہِ دسمبر خاص اہتمام سے منایا جاتا ہے اور لوگ اپنے لئے، اپنے عزیز و اقارب، رشتہ داروں اور دوست احباب کے لئے تحائف خریدتے ہیں۔ ماہِ دسمبر کی آمد کے ساتھ ہی یہ سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور اس ماہ کثرت سے خرید و فروخت ہوتی ہے۔ ان ایام میں جہاں امیر اور صاحبِ ثروت لوگ کثرت سے تحائف خریدتے ہیں وہیں غرباء اس دوڑ میں بہت پیچھے رہ جاتے ہیں۔ یہ مادیت کی دوڑ اکثر غرباء کے لئے بے چینی، حسرت اور احساس کمتری کے جذبات پیدا کر دیتی ہے اور باوجود شدید خواہش کے وہ اپنے لئے یا اپنے پیاروں کے لئے تحائف نہیں خرید سکتے۔ ایسے وقت میں ضرورتمند افراد کی خدمت یقیناً ایک احسن عمل ہے اور یہ خدمت ضرورتمندوں کے دلوں میں خوشی و مسرت کی ایک لازوال لو جلا دیتی ہے اور انہیں خوشیوں کے لمحات میسر آتے ہیں۔

امسال کرونا وائرس کی وجہ سے مجموعی طور پر دنیا کے حالات بہت پریشان کن ہیں۔ کرونا وائرس کی وجہ سے جہاں صحت عامہ کو خدشات لاحق ہوئے ہیں وہیں لوگوں کے مالی مسائل و مشکلات بہت بڑھ گئی ہیں اور غربت میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ ان گھٹن اور تکلیف کے ایام میں ضرورتمند دکھی انسانیت کے چہروں پر خوشی بکھیرنا یقیناً خدا تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کو جذب کرنے کا باعث بنتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق اور پیارے آقا کی دعاؤں کی برکت سے جماعت احمدیہ مالٹا کو خدمت خلق کی بھرپور توفیق ملی۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک

مؤرخہ 15 دسمبر 2020 کو معذور افراد کے لئے قائم ایک فلاحی ادارہ Dar tal-Providenza میں جا کر اس ادارہ میں مقیم تمام معذور افراد اور سٹاف کے لئے تحائف پیش کرنے کی توفیق ملی۔

اسی طرح مہاجرین کے لئے قائم ایک ادارہ Peace Lab کا بھی جماعتی وفد کے ہمراہ دورہ کیا۔ اور اس ادارہ کے بانی و سربراہ پادری Dijonisju Mintoff صاحب کو تحائف پیش کئے گئے تا کہ اس ادارہ میں مقیم مہاجرین میں یہ تحائف تقسیم کئے جا سکیں۔ پادری موصوف کا جماعت کے ساتھ بہت اچھا تعلق ہے اور وہ ہمیشہ جماعتی خدمات کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

منشیات کے عادی لوگوں کے لئے قائم ادارہ کا وزٹ

اسی طرح ایک فلاحی تنظیم Caritas Malta کے زیر انتظام منشیات کے عادی لوگوں کے لئے بنائے گئے Therapeutic سینٹر کو وزٹ کرنے، وہاں لوگوں سے ملنے اور انہیں تحائف پیش کرنے کی توفیق ملی۔ اس سینٹر میں لوگوں کو مختلف گروپوں میں رکھا جاتا ہے جن میں عورتوں کا ایک گروپ بھی شامل ہے۔ اس ادارہ کی انتظامیہ نے خاص طور پر انتظام کیا ہوا تھا کہ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے منشیات کے عادی لوگوں سے گفتگو کی جائے اور منشیات کے نقصانات سے آگاہی اور ان سے چھٹکارہ پانے کے لئے ان کی راہنمائی کی جائے اسی طرح جماعت کے اس دورہ کے مقاصد بھی بیان کئے جائیں۔

خاکسار نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خدمت انسانیت سے متعلق اسلامی تعلیمات، منشیات کے نقصانات اور ان سے چھٹکارہ کے طریق اور جماعت احمدیہ مسلمہ کا تعارف پیش کیا۔ اس موقع پر لوگوں نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے جماعت احمدیہ مسلمہ کی خدمات کو سراہا اور کہنے لگے کہ جن حالات سے ہم گزر رہے ہیں ان حالات میں تو اپنے بھی حقارت سے دیکھتے ہیں مگر جماعت احمدیہ نے ہمیں عزت بخشی ہے۔ اس سے ہمارا مورال بلند ہوا ہے اور ہم اس بری عادت سے نجات حاصل کرنے کا عہد کرتے ہیں۔

صحبتِ صالحین کی اہمیت

ایک صاحب کہنے لگے کہ میں اس ری ہیبی لیٹیشن (بحالی مرکز) میں پہلے بھی آچکا ہوں۔ میں کامیابی کے ساتھ منشیات ترک کرنے کے بعد پھر کچھ عرصہ بعد اس عادت میں دوبارہ مبتلا ہو جاتا ہوں۔ خاکسار نے انہیں بتایا کہ قرآن کریم نے ہماری راہنمائی فرمائی ہے کہ ہم اچھے لوگوں کو دوست بنائیں، صحبت صالحین اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ ’’اے مومنو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور نیک، راست باز اور صادقوں کی صحبت اختیار کرو۔‘‘ (9:119)

خاکسار نے انہیں بتایا کہ دوستوں کا انسان پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ اس لئے جب ہم اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرتے ہیں تو ہماری توجہ ہمیشہ نیکی کی طرف رہتی ہے مگر برے لوگوں کی صحبت انسان کو برا بنا دیتی ہے۔ اس لئے آئندہ آپ اس بات کا خیال رکھیں کہ آپ کے دوست اچھے ہوں تا کہ دوبارہ پھر اس عادت کا شکار نہ ہوں۔

عورت بحیثیت ماں

خواتین کے گروپ میں بعض مائیں بھی تھیں۔ جب ان سے بات کی اور بطور ماں ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی اور ماں کی عدم موجودگی بچوں پر کس قدر گراں گزرتی ہے اور یہ کہ ماں کی توجہ اور محبت کا کوئی ثانی نہیں۔ جب ماں اپنے بچوں سے جدا ہوتی ہے تو یہ بات بچوں کی جسمانی، علمی اور روحانی نشوونما کو بری طرح متاثر کرتی ہے۔

ان باتوں نے ان ماؤں کے شعور کو گرمایا اور دلوں کو نرم کیا تو ان کے جذبات آنسوؤں میں بہنے لگے۔ وہ ایک جذباتی منظر تھا۔ ایک ماں نے کہا کہ بچوں سے متعلق آپ کی باتوں نے میرے دل پر گہرا اثر کیا ہے۔ ماں کی کیفیت ایک ماں ہی جان سکتی ہے۔ اور میں بطور ماں یہ جانتی ہوں کہ یہ بات کتنی کرب ناک ہے۔ ایک ماں کہنے لگیں کہ میں کبھی اپنے بچوں سے جدا نہیں ہوئی اس دفعہ میرے یہ دن بچوں سے دور گزر رہے ہیں اور یہ میرے لئے نہایت مشکل امر ہے۔

ایک مالٹی عیسائی عورت نے بیان کیا کہ ان کے خاوند مسلمان تھے اور منشیات کی وجہ سے ان کا جوانی میں انتقال ہو گیا ہے۔ ان کے انتقال کو سولہ ماہ ہو گئے ہیں مگر وہ آج بھی ان کی جدائی محسوس کرتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ میرے خاوند کے ایصال ثواب کے لئے دعا کی جائے۔ خاکسار نے مسنون دعائیں بلند آواز میں پڑھیں اور تمام حاضرین اس میں شامل ہو گئے۔ یہ ایک نہایت ہی جذباتی منظر تھا اور تمام شاملین پر اس کا گہرا اثر ہوا۔

ان پروگراموں کو مقامی میڈیا نے خصوصی کوریج دی جس سے گھر گھر میں جماعت احمدیہ مسلمہ کی خدمات کی خبر پہنچی اور یہ خدمت انسانیت اسلام احمدیت کی تبلیغ کا بھی ذریعہ بنی۔ مالٹا میں مقیم ایک ترک دوست نے ترکی زبان میں ویب سائیٹ بنائی ہے۔ انہوں نے خدمت خلق کے ان پروگراموں کا ترک زبان میں ترجمہ کر کے ویب سائیٹ پر نشر کیا۔ انہوں نے بتایا کہ سترہ سو سے زائد لوگوں نے اس ویب سائیٹ کو سبسکرائب کیا ہوا ہے۔ اس طرح سینکڑوں ترک مسلمانوں تک ترکی زبان میں بھی جماعت کا پیغام پہنچا۔

Why turn to drugs?

اس ادارہ کے وزٹ کے بعد لوگ منشیات کا استعمال کیوں کرتے ہیں کے عنوان پر انگریزی زبان میں ایک مضمون لکھا جو کہ مالٹا کے سب سے زیادہ پڑھے جانے والے اخبار دی ٹائمز میں شائع ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک

قارئین الفضل کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری ان حقیر کاوشوں کو اپنے حضور قبول فرمائے، ہمیں بیعتوں سے نوازے اور اس ملک کے لوگوں کو جلد قبول اسلام احمدیت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

طلوع و غروب آفتاب

15 جنوری 2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:40	17:59
مدینہ منورہ	05:45	17:55
قادیان	06:03	17:47
ربوہ	05:43	17:27
اسلام آباد ٹلفورڈ	06:30	16:25